حاملانِ قرآن

شیخ محمد افضل عمادی

(۴)

(از مولوی محمد عثمان صاحب عمادی، بی ایس سی، علیگ)

مَا خُصِّصْتُ بِشَیْءٍ إِلَّا الْفَهْمَ فِی الْقُرْآنِ

(مجھے صرف یہ خاص نعمت حاصل ہوئی کہ میں کلامِ الٰہی کو سمجھ سکوں)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

عذابِ آخرت سے کیا فائدہ ہے؟ یہ مسئلہ ردّ و قبول و ایراد و اصرار کا موضوع بنا ہوا تھا کہ دوزخ میں عاصیوں کو مبتلائے عذابِ جاوید رکھنے سے مصلحت کا کیا پہلو نکلتا ہے؟

فرمایا:۔

متاخرین فلاسفۂ اسلام کی تحقیق و تنقیب کی بہترین جامع تالیف "اسفارِ اربعہ" ہے کہ ہمارے درس میں بھی داخل ہے۔ حکمائے ملتِ اسلامیہ نے اپنے مخصوص فلسفہ میں جہاں تک ترقی کی تھی یہ کتاب اس کے مراحلِ ارتقاء کی منزل ہے۔ آخوند ملا علی اصفہانی کے اہتمام سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوئی۔ فلسفۂ الٰہیات میں صاحبِ کتاب پر رنگِ تصوف غالب ہے۔ صفویوں کے عہد میں ایران سے تصوف کی بیخ کنی ہوگئی، کسی کو صوفی کہنا اس کو مطعون بنانا تھا، لیکن خدا کے نقارہ کی آواز کو کون روک سکتا ہے؟ زبانِ خلق نے ان کو صوفی مشہور کر دیا۔ ہنوز تین پشتیں گزرنے نہ پائی

تھیں کہ اصفہان سے نکل کے اس شہرت کے چرچے لکھنؤ میں ہونے لگے کہ وہ بھی ہندوستان کا اصفہان تھا۔ زوالِ دولتِ اودھ سے قبل طالبِ علمی کے جب میں مقیم لکھنؤ تھا تو صاحب اسفار کے حفید سے ملاقات ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی عالم تھے مگر عالم نہ تھے۔ نسبت صوفیت سے ان کو شدید انکار تھا اور اس باب میں انھوں نے ایک عربی رسالہ بھی لکھا تھا جس کا ایک نسخہ مطبوعہ مجھے بھی دیا تھا۔ رسالہ کا موضوع مغلطات بیین وکیا تر حلفے کے سہارے اتنا ہی تھا کہ صاحب اسفار صوفی نہ تھے، شیعی اثنا عشری تھے، نہ کرنی تھے نہ شامی تھے۔

یہ ایک ضمنی بات تھی۔ اب اصل سوال پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

اسفار کی چوتھی جلد کے اواخر میں ایک عنوان ہے "ذکر تنبیہی" اس ذیل میں اس آیہ کریمہ کی تحقیق کرتے ہیں :-

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ — اس آگ سے بچو کہ آدمی اور پتھر اسکے ایندھن ہونگے۔

یہ تحقیق عارفانِ طریقت کی سند سے تمام تر مستند ہے۔ قال بعض العرفاء سے اسکی ابتدا کی ہے جس سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلسی مراد ہیں کہ صاحب اسفار ان کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان سے جا بجا سند لیتے ہیں

عذاب بھی ایک علاج ہے

اسفار میں اسکی بسوط و مشرح بحث موجود ہے اور جا بجا اس پر کلام کیا ہے مقدمات فلسفیہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک مقام کے خاص فقرے یہ ہیں :-

ان النار قد تتخذ دواءً لبعض الامراض و	بعض بیماریوں میں آگ سے علاج کرتے ہیں، ایسی بیماری
هو الداء الذي لا يتقى الا بالكي من النار	کی دوا آگ ہی ہے، اس بیماری سے بچنے کی بجز اس
لقوله تعالى "فتكوى بها جباههم وجنوبهم"	کے کوئی صورت نہیں کہ آگ سے داغ دیں، اللہ تعالیٰ
الآية، فقد جعل الله النار وقاية في	فرماتا ہے "آگ سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو
هذا الموطن من داءٍ هو اشد من النار	داغ دیا جائے گا" اللہ تعالیٰ نے اس جگہ آگ کو
في حق المبتلى به داءٌ اكبر من الكبائر	اس بیماری سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے جو اس مبتلا کے

فقد جعل الله لهم النار يوم القيامة دواءً كالكي بالنار فذرعه يدخلهم النار يوم القيامة داءً عظيماً اعظم من النار وهو غضب الله ولهذا يخرجون بعد ذلك من النار الى الجنة كما جعل الله في الحدود الدنياوية وقايةً من عذاب الآخرة۔

حق میں آگ سے کہیں زیادہ سخت ہے، کبائر گناہ سے بڑھ کے اور کون سی بیماری ہو سکتی ہے، ایسے بیماران معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ دوا تجویز کی ہے جو آگ سے داغنے کے مشابہ ہے، اس علاج کے ذریعہ سے ان کو آگ میں ڈال کر اس بڑی بیماری سے بچا لیا جو آگ سے بہت ہی بڑھی چڑھی ہے یہ بہت بڑی بیماری اللہ کے غضب کی تھی جس سے آتش دوزخ میں عذاب پانے والے بچ گئے، یہی وجہ ہے کہ اس عذاب کے بعد یہ لوگ دوزخ سے نکل کر جنت میں لائے جائیں گے، اسکی مثال دنیاوی معاملات میں حدود شرعی ہیں کہ اگرچہ ان حدود میں تعزیری سزا ہوتی ہے مگر اس تعزیر کو برداشت کر لینے کے بعد عذاب آخرت سے نجات ہے۔

دوزخ کا وجود حقیقی فرمایا:۔

ان جهنم ليست من حيث كونها دار العذاب ثم الوجود حقيقي بل منشاؤها وجود الضلال والعصيان في النفوس حتى انه لو لم يكن معصية بني آدم لما خلق الله النار۔

دوزخ اپنی ہستی میں دراصل عذاب کا ایسا مقام نہیں کہ کوئی حقیقی وجود رکھتا ہو طبیعتوں میں گمراہی و نافرمانی کا موجود ہونا ہی منشائے وجود دوزخ ہے، حتیٰ کہ انسان میں اگر معصیت کی خاصیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔

استعداد نفوس فرمایا:۔

ان اهل العذاب هم الذين نفوسهم كانت مستعدة لدرجة من درجات الجنان ثم بطل استعدادهم بارتكاب المعاصي

اہل عذاب وہی ہیں جن کے نفس بہشت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل کرنے کے لئے آمادہ تھے معصیت کے ارتکاب سے یہ استعداد جاتی رہی۔ اب ان کی حالت اس شخص کی سی

فحالهم كحال من انحرف عن الاعتدال اللائق به والصحة التي له بجسيه فيكون في المرض حتى يرجع الى الاعتدال الذي كان له او بطل استعداده بالكلية وانتقل مزاجه الى مزاج وافقه تلك الحالة التي كانت مخالفة لمزاجه الاول وكان مرضا في حقه فصار المرض صحة له والالم راحة له وانقلب العذاب عذوبة في حقه لانقلاب جوهره الى جوهر ادنى

ہوگئی جس کا مزاج حد اعتدال سے منحرف ہوگیا ہو، یعنی جو اعتدال اور صحت اس کے لائق تھی وہ نہ رہی، ایسا شخص اس وقت تک شدید الم میں مبتلا رہے گا جب تک کہ پھر وہی اعتدال مزاج اسکو حاصل نہ ہوجائے یا پھر یہ صورت ہو کہ اسکی استعداد بالکل ہی باطل ہوجائے اور اس کا مزاج منتقل ہوکر ایسا ہوجائے کہ اس حالت کے موافق اور پہلے مزاج کے مخالف ہو۔ پہلے مزاج کی بنا پر جو حالت تھی وہ اس کے حق میں بیماری کا حکم رکھتی تھی، اب دوسرے مزاج کی رو سے وہی بیماری صحت، وہی الم راحت، وہی عذاب عذوبت، اس کے حق میں بن گیا سبب یہ ہے کہ اس کے جوہر میں انقلاب آگیا اور اب وہ ایک ادنی درجہ کا جوہر ہورہا۔

معذبین فی النار | فرمایا:-

فكذلك حال من يدخل في النار ويتعذب بها مدة لاجل الاعمال السيئة فان بقي في قلبه نور الايمان فيمتنع ان يتمكن ظلمة المعاصي في باطن قلبه ويحيط به السيأت فلا محالة يخرج من النار ويبرء من العذاب ولما من اسود قلبه بالكلية وغاص في باطن قلبه ظلمة المعاصي لاجل الكفر فلا يخرج من النار ابدا مخلدا-

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو آگ میں داخل ہوں اور اپنے اعمال بد کے باعث ایک مدت تک آگ کے عذاب میں تڑپتے رہیں، ایسے شخص کے دل میں اگر نور ایمان باقی ہے تو نہ معصیت کی تاریکی اس کے قلب کے اندر گھر کر سکتی ہے اور نہ گناہ اس کو ہر طرف سے گھیر سکتے ہیں، ایسا شخص لامحالہ آگ سے نکالا جائے گا اور عذاب سے بچیگا، لیکن وہ شخص جس کا قلب بالکل تاریک ہوگیا ہو اور کفر کے باعث معصیت کی تاریکی نے اس کے قلب کے اندر گھر بنا لیا ہو ایسا شخص ہمیشہ آگ ہی میں جلتا رہے گا اور کبھی اس عذاب سے رہائی نہ پائے گا۔

فرمایا:۔ حیف ہے کہ ان حالات میں بھی نفس کافر ایمان نہ لائے اور حق مطلق سے رجوع نہ کرے جو ادعونی (مجھ سے دعا کرو) کی دعوت دیتا ہے اور "استجب لکم" (میں تمہارے حق میں تمہاری دعا قبول کرونگا) کا مژدہ بھی سُناتا ہے ؎

صبحے بنال راہ فلک بر نبستہ اند! ہر چند دیر آمدۂ در نبستہ اند!
حرمانِ تو زہمت کوتاہ بین تست ہرگز درِ کریم بکافر نبستہ اند
سرمایۂ شناخت چراغیت دادہ اند آمادہ چراغ ز صرصر نبستہ اند
بر تشنگان بہار تجلی برائے چیست دریا کریم و ظرف ترا سر نبستہ اند

ربنا اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم، غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، آمین،

شفاعت شفاعت کیا ہے اور کیوں اسکی ضرورت ہے؟ سلسلہ کلام دراز ہو رہا تھا اور حلقے تنگ سے تنگ تر ہوتے جاتے تھے۔

فرمایا:۔ شفاعت کا مادہ شفع ہے جس کے معنی زوج (جفت) کے ہیں، شفاعت کرنے والے کو شفیع اسی لیئے کہتے ہیں کہ صاحب حاجت کے ساتھ وہ بھی طلب حاجت میں شریک ہوجاتا ہے، اونٹنی کو بھی بعض حالتوں میں شفیع اور شفوع کہتے ہیں۔

فالشفاعۃ ضم غیرك الی جاھك و	شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے کو تم اپنی جاہ و
وسیلتك فھی علی التحقیق اظھار لمنزلۃ	مرتبہ کے حصول میں ساتھ ملالو اور اسکو وسیلہ بنالو تحقیق
الشفیع عند المشفع وایصال منفعۃ	یہ ہے کہ شفاعت اصل میں شفاعت کرنے والے کی منزلت
الی المشفوع لہٗ	کا اس شخص کے سامنے ظاہر کرنا ہے جس کے پاس شفاعت

کی جائے اسکے ساتھ ایک ضمنی مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کی شفاعت کریں اسے کچھ نفع بھی ہو۔

علمائے نے شفاعت کو صرف خیر تک محدود رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاعت شر کی بھی تصریح کی ہے جس سے نمیمہ، وغیبت نقل کلام بغرض القائے عداوت مراد لیتے ہیں۔

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا

جس نے کوئی اچھی شفاعت کی تو اس شفاعت میں سے کچھ حصہ اس کا بھی ہوگا، اور جس نے کوئی بری شفاعت کی تو اس شفاعت کا کچھ بار اس پر بھی پڑے گا، اور اللہ ہر چیز پر مقتدر ہے۔

شفاعت سیئہ کی یہ بھی تاویل کی گئی ہے کہ "شفع کفرہ بقتال المومنین"، یعنی مومنین کے ساتھ جنگ کرنے میں کفر کا ساتھ دے۔ اس کی تائید ابو موسیٰ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے امام بخاری و امام مسلم دونوں ہی راوی ہیں:۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جالسا فجاء رجل یسأل فاقبل علینا بوجھہ وقال اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان رسولہ ما شاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک شخص آکے سوال کرنے لگا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کی جانب رخ کر کے فرمایا: "شفاعت کرو، یعنی کاربرآری میں تم لوگ بھی اس کا ساتھ دو اور اس کی حاجت میں شریک ہو جاؤ، تمہیں اس کا اجر ملے گا" اللہ جو چاہتا ہے وہی اپنے پیغمبر کی زبان سے پورا کراتا ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد شفاعت پر کیا اعتراض رہ گیا؟ جو لوگ اس کو ایک طرح کی سخن سازی سمجھتے ہیں کہ کسی کے کہنے یا زور ڈالنے سے اللہ تعالیٰ انسان کی بدکرداریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کو بخش دے گا۔ ایسے نادان یقیناً کلام عرب سے انجان اور مفہوم شفاعت سے قطعاً بے خبر ہیں ؎

رحیل عمر روان است و محشرے در پیش
بیا و روئے بسوئے شفیع محشر کن!